سورۃ المنافقون

آیاتها ۱۱ ﴿۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴﴾ رکوعاتها ۲

تمام کے قول میں یہ مدنی ہے، اس کی گیارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

"(اے نبی مکرم) جب منافق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق قطعی جھوٹے ہیں"۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ امام بخاری نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے (1) کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا تو میں نے عبد اللہ بن ابی بن سلول کو کہتے ہوئے سنا: لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا اور کہا: لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا اور میرے چچا نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ انہوں نے قسم اٹھا دی کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور مجھے جھٹلایا۔ مجھے ایسا غم لاحق ہوا جیسا کبھی غم لاحق نہیں ہوا تھا۔ میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ۝ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 728-727

یَفۡقَهُوۡنَ ۞ یَقُوۡلُوۡنَ لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَی الۡمَدِیۡنَةِ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ کو نازل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کی ہے''۔ اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے(1)، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک غزوہ میں شرکت کی جبکہ ہمارے ساتھ کچھ بدو بھی تھے ہم پانی کی طرف جلدی کرتے تو بدو ہم سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے بدو اپنے ساتھیوں پر سبقت لے جاتا وہ حوض بھرتا اور اس کے گرد پتھر رکھ دیتا اور اس پر چمڑے سے بنی چٹائی ڈال دیتا یہاں تک کہ اس کے ساتھی آ جاتے ایک انصاری ایک بدو کے پاس آیا، اپنی اونٹنی کی لگام ڈھیلی کی تا کہ وہ پانی پی لے اس بدو نے انکار کر دیا کہ پانی اس کے لئے چھوڑے۔ اس انصاری نے ایک پتھر وہاں سے ہٹایا تو پانی کم ہو گیا۔ بدو نے ایک لکڑی اٹھائی اور انصاری کے سر پر ماری اور اسے زخمی کر دیا۔ وہ انصاری عبداللہ بن ابی کے پاس آیا جو منافقوں کا سردار تھا اور اسے بتایا یہ آدمی بھی اس کے ساتھیوں میں سے تھا۔ عبداللہ بن ابی غضبناک ہو گیا۔ پھر اس نے کہا: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کے پاس سے چلے جائیں کھانے کے وقت یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ عبداللہ نے کہا: جب وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جائیں تو اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لے جاؤ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اور آپ کے صحابہ کھائیں۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر تم مدینہ طیبہ کی طرف لوٹو تو عزت والا اس سے ذلیل کو نکال دے۔ زید نے کہا: میں اپنے چچا کا ردیف تھا میں نے عبداللہ بن ابی کی بات کو سنا تو میں نے اپنے چچا کو اس بارے میں خبر دی میرا چچا گیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا بھیجا اس نے قسم اٹھائی اور اس بات کا انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلایا۔ میرا چچا میرے پاس آیا اور کہا: میں نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے ناراض ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور منافق تجھے جھٹلائیں۔ کہا: مجھ پر ان کی جرأت ایسی واقع ہوئی جیسی کسی پر واقع نہیں ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا میں نے غم کی وجہ سے سر جھکایا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان کو ملا اور میرے سامنے مسکرائے، اگر اس کے بدلے میرے لئے تمام دنیا ہوتی تو مجھے وہ چیز خوش نہ کرتی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے آ ملے۔ پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے کیا فرمایا؟ میں نے عرض کی: مجھے تو کچھ نہیں فرمایا، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان کو ملا اور میرے سامنے مسکرائے۔ فرمایا: تجھے بشارت ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملے۔ میں نے آپ کو اسی طرح کی بات کی جو میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ جب ہم نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ منافقین پڑھی۔ ابو عیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منافق کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا: جو اسلام کا وصف بیان کرے اور اس پر عمل نہ کرے۔ وہ آج کے روز ان سے زیادہ شریر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے کیونکہ ان دنوں وہ نفاق چھپایا کرتے تھے آج وہ ظاہر کرتے ہیں۔

1۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 165

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''منافق کی تین علامات ہیں۔ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اسے توڑتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے''(1)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے ان میں سے ایک جس میں ہو اس میں نفاق کی خصلت ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اسے توڑے اور جب وہ جھگڑا کرے تو گالی گلوچ نکالے''(2)۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ جو ان خصائل کو جمع کرے تو وہ منافق ہے اور آپ ﷺ کی خبر سچی ہے۔ حضرت حسن بصری کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے سامنے ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: بنی یعقوب نے بات کی تو جھوٹ بولا، وعدہ کیا تو اسے توڑا، ان کے پاس امانت رکھی گئی تو انہوں نے خیانت کی۔ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد خبردار کرنے کے طریقہ پر ہے اور ڈرانے کے انداز میں ہے کہ کہیں وہ ان خصلتوں کے عادی ہی نہ بن جائیں اس خوف کی وجہ سے کہ یہ خصلتیں انہیں نفاق کی طرف لے جائیں گی۔ اس کا یہ معنی نہیں جن سے یہ امور جلدی کی وجہ سے اختیار اور عادت کے بغیر واقع ہوں وہ منافق ہیں۔ اس بارے میں گفتگو مفصل سورۂ براۃ میں گزر چکی ہے۔ الحمدللہ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مومن جب گفتگو کرتا ہے، سچ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو پوری پوری واپس کرتا ہے''۔ معنی ہے کامل مومن جب گفتگو کرتا ہے تو سچ بولتا ہے۔

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ایک قول یہ کیا گیا ہے(3): **نَشْهَدُ** کا معنی ہے ہم قسم اٹھاتے ہیں۔ حلف کو شہادت سے تعبیر کیا کیونکہ قسم اور شہادت غائب امر کو ثابت کرتے ہیں؛ اسی معنی میں قیس بن ذریح کا قول ہے۔

وأشهد عند الله أنّي أحبها فهذا لها عندي فما عندها ليا(4)

میں اللہ تعالیٰ کے ہاں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں یہ میرے ہاں اس کے لئے ہے اس کے ہاں میرے لئے نہیں۔

یہ احتمال موجود ہے کہ یہ کلام ظاہر معنی پر محمول ہو وہ گواہی دیتے ہوں کہ محمد، رسول اللہ ﷺ ہیں وہ ایمان کا اعتراف کرتے ہوں اور اپنی ذاتوں سے نفاق کی نفی کرتے ہوں۔ یہ تعبیر زیادہ مناسب ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں جس طرح انہوں نے اپنی زبانوں سے کہا: **وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ** ۝ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ انہوں نے اپنی زبانوں سے جو گواہی دی اور قسم اٹھائی ہے اس میں وہ جھوٹے ہیں۔ فراء نے کہا: معنی ہے اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ اندر سے جھوٹے ہیں جتلانا یہ ان کے

1۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، علامۃ المنافق، جلد 1، صفحہ 10 — 2۔ ایضاً

3۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 13 — 4۔ ایضاً

ضمائر کی طرف لوٹے گا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان سے مراد تصدیق قلبی ہے اور حقیقی کلام دل کی کلام ہوا کرتی ہے۔ جو آدمی کوئی بات کرے اور اس کے برعکس کا اعتقاد رکھے تو وہ جھوٹا ہے۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں یہ بات گزر چکی ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قسموں میں جھوٹا قرار دے دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَاهُمْ مِّنْكُمْ (التوبہ:56)۔

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اس طرح روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، بیشک یہ لوگ بہت برا کرتے ہیں جو یہ کر رہے ہیں''۔

اس میں تین مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر1۔ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً، جُنَّةً کا معنی پردہ ہے(1) یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ کی طرف راجع نہیں یہ آیت کے سبب کی طرف راجع ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس طرح امام بخاری اور امام ترمذی نے ابن ابی کے بارے میں روایت نقل کی۔ اس نے قسم اٹھائی کہ اس نے یہ بات نہیں کی حالانکہ اس نے یہ بات کہی تھی۔ ضحاک نے کہا: اس نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی تھی کہ وہ تمہیں میں سے ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان کی ایمان سے مراد وہ ہے جو ان کے رب نے ان کے بارے میں سورۂ براۃ آیت 74 میں خبر دی ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا۔

مسئلہ نمبر2۔ جس نے کہا: أقسم باللہ، أشھد باللہ، أعزم باللہ، أحلف باللہ، أقسمت باللہ، أشھدت باللہ، أعزت باللہ، أحلف باللہ۔ سب میں فرمایا: باللہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قسم ہے۔ اس طرح امام مالک اور آپ کے اصحاب کا نقطہ نظر ہے۔ اگر کوئی کہے: أقسم، أشھد، أعزم، أحلف اور باللہ کے الفاظ نہ کہے اگر وہ ارادہ کرے تو قسم ہوگی اگر وہ باللہ کا ارادہ نہ کرے تو یہ قسم نہ ہوگی۔ الکیا نے امام شافعی سے یہ بیان کیا ہے۔ امام شافعی نے کہا: جب ایک آدمی نے کہا: أشھد باللہ اور قسم کی نیت کی تو وہ قسم ہی ہوگی (2)۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب نے کہا: اگر اس نے کہا أشھد باللہ لقد کان کذا تو وہ قسم ہوگی (3)۔ اگر اس نے کہا: أشھد لقد کان کذا نیت نہ کی تو اس آیت کی وجہ سے وہ قسم ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کا ذکر کیا پھر فرمایا: اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً امام شافعی کے نزدیک وہ قسم نہ ہوگی اگرچہ وہ قسم کی نیت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان قَالُوْا نَشْهَدُ کی طرف نہیں لوٹ رہا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا جو سورۃ براۃ میں ہے کی طرف لوٹ رہا ہے۔

مسئلہ نمبر3۔ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ انہوں نے اعراض کیا۔ یہ صدود سے مشتق ہے یا مومنین کو پھیر دیا کہ وہ منافقوں پر اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کریں جیسے قتل کرنا، قیدی بنانا اور مال چھین لینا۔ یہ صد سے مشتق ہے یا انہوں نے لوگوں کو جہاد سے روکا کہ وہ پیچھے رہیں اور دوسرے لوگ بھی ان کی اقتدا کریں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انہوں نے یہودیوں اور مشرکوں کو

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 727 2۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 59 (مفہوم) 3۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 539

اسلام میں داخل ہونے سے روکا کہ انہوں نے کہا: لو ہم کافر ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہوتے تو ہم سے اس نفاق کو پہچانتے ہوتے اور ہمیں عبرت کا نشان بناتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو واضح کیا کہ ان کا حال مخفی نہیں لیکن اس کا حکم یہ ہے جو ایمان کو ظاہر کرے تو ظاہر میں اس پر ایمان کا حکم جاری کیا جائے گا۔

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ ان کے اعمال خبیثہ کتنے ہی برے ہیں، ان کا نفاق، انکی جھوٹی قسمیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۝۳

"(ان کا) یہ (طریقہ کار) اس لئے ہے کہ وہ (پہلے) ایمان لاتے پھر وہ کافر بن گئے پس مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر تو (اب) وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں"۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی گئی ہے کہ منافق کافر ہیں یعنی انہوں نے زبان سے اقرار کیا پھر دل سے انکار کر دیا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت اسی قوم کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان لاتے پھر انہوں نے ارتداد اختیار کیا۔

فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان پر کفر کی مہر لگا دی گئی۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۝ وہ ایمان و خیر کو نہیں مانتے۔ زید بن علی نے فطبع اللہ علی قلوبھم پڑھا ہے۔

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۝

"اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم آپ کو بڑے خوشنما معلوم ہونگے اور اگر وہ گفتگو کریں تو توجہ سے آپ ان کی بات سنیں گے۔ (درحقیقت) وہ (بیکار) لکڑیوں کی مانند ہیں جو دیوار کے ساتھ کھڑی کر دی گئی ہوں، گمان کرتے ہیں کہ ہر گرج ان کے خلاف ہی ہے، یہی حقیقی دشمن ہیں پس آپ ان سے ہوشیار رہیے۔ ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ کیسے سرگرداں پھرتے ہیں"۔

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ان کی ہیئتیں اور ان کے مناظر آپ کو خوش کریں گے۔ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ مراد عبداللہ بن ابی ہے یعنی آپ اس کی بات غور سے سنتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عبداللہ بن ابی خوبصورت جسم، صحت مند، روشن چہرے والا اور عمدہ گفتگو کرنے والا تھا (1)۔ جب وہ گفتگو کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گفتگو توجہ سے سنتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت کامل صورت اور اچھی گفتگو سے کی ہے۔ کلبی نے کہا: مراد ابن ابی، جد بن قیس اور معتب بن قشیر ہے۔ سب بڑے جسیم، خوبصورت اور فصیح گفتگو کرنے والے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ

1۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 59

مُّسَنَّدَةٌ کی تفسیر یوں ہے: وہ سب خوبصورت لوگ تھے گویا ایسی لکڑیاں ہوں جنہیں دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا ہو۔ انہیں ایسی لکڑیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جنہیں دیوار کے ساتھ کھڑا کیا گیا ہو جو نہ بات توجہ سے سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ یہ ایسے جسم ہیں جن میں روحیں نہیں اور ایسے جسم ہیں جن میں عقل نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی لکڑیوں سے تشبیہ دی ہے جسے دیمک نے کھالیا ہو اور وہ کسی سہارے کھڑی ہوں۔ ان میں کیا ہے کوئی پتہ نہ ہو؟

قنبل، ابوعمرو اور کسائی نے خُشُبٌ شین کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے؛ یہ حضرت براء بن عازب کی قراءت ہے۔ ابوعبید نے بھی اسے ہی پسند کیا ہے کیونکہ اس کا واحد خشبہ ہے جس طرح تو کہتا ہے: بدنہ، بُدْن لغت میں فعلہ کی جمع فُعل کے وزن پر نہیں آتی۔ اس کے ثقل سے یہ لازم آتا ہے کہ تو البدن پڑھے۔ یزیدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ خشباء کی جمع ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ (عبس) اس کا واحد حدیقة غلباء ہے۔ باقی قراء نے تثقیل کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ بزی کی ابن کثیر سے اور عیاش کی ابوعمرو سے روایت ہے۔ اکثر روایات عاصم سے ہیں۔ ابوحاتم نے اسے پسند کیا ہے گویا یہ خِشاب اور خُشُب کی جمع ہے جس طرح ثمرة، ثمار اور ثمر ہے اگر تو چاہے تو خشبہ کی جمع خشب بنالے۔ سیبویہ نے کہا: خشبہ کی جمع خشب ہے جس طرح بدنہ کی جمع بدن ہے اسی کی مثل ہاء کے بغیر ہے۔ خشبہ کی جمع خشاب اور اس کی جمع خشب ہے جس طرح ثمرة کی جمع ثمار اور ثمار کی جمع ثمر ہے اسناد کا معنی امالہ (جھکانا) ہے تو کہتا ہے: اسندت الشئی یعنی تو نے اسے جھکایا۔ مُسَنَّدَةٌ کثرت وظاہر کرنے کے لیے ہے یعنی انہوں نے اپنی جانوں کی حفاظت کی خاطر ایمان کا سہارا لیا۔

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۗ هُمُ الْعَدُوُّ۔ صَيْحَةٍ سے پہلے اهل کا لفظ محذوف ہے۔ هُمُ الْعَدُوُّ مفعول ثانی کے محل میں ہے۔ اس شرط پر کہ کلمہ میں ضمیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صفت بزدلی اور ذلت سے بیان کرتا ہے۔ مقاتل اور سدی نے کہا: جب کوئی لشکر میں ندا کرنے والا یہ ندا کرے کہ کوئی جانور چھوٹ گیا ہے یا کسی گمشدہ چیز کا اعلان کیا جائے تو وہ گمان کرتے ہیں کہ مراد وہی ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں رعب ہے جس طرح شاعر اخطل نے کہا:

مازلت تحسب كل شئی بعدهم　　خيلا تكُرُّ عليهم ورجالا(1)

ان کے بعد تو ہر شی کو گمان کرتا ہے کہ وہ گھڑسوار ہیں یا پیدل جوان پر پے در پے حملہ کرتے ہیں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۗ هُمُ الْعَدُوُّ ایسی کلام ہے (2) جس کی ضمیر اس میں ہے جو مابعد کی محتاج نہیں، تقدیر کلام یہ ہے یحسبون كل صيحة عليهم انهم قد فطن بهم وعلم بنفقاتهم کیونکہ جہاں تک ہو خطرہ خوف ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے نئے سرے سے خطاب فرمایا: هُمُ الْعَدُوُّ، یہ ضحاک کے قول کا معنی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ہر آواز کو گمان کرتے ہیں جسے وہ مسجد میں سنتے ہیں کہ وہ آواز انہی کے متعلق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کے بارے میں حکم دیا۔ وہ ہمیشہ خوف زدہ رہتے ہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی ایسا امر نہ نازل فرما دے جو ان کے خونوں کو مباح کر دے اور ان کے پردوں کو چاک کر دے۔ اس معنی میں شاعر کا قول ہے:

1۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 54　　2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 15

فلو أنها عصفورة لحسبتها مسومة تدعو عبيدا وأزنما (1)

اگر چہ وہ چڑیا ہو میں اسے نمایاں سردار خیال کرتا ہوں جو غلاموں اور کمینے لوگوں کو بلائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کے ساتھ ان کی صفت بیان کی ھُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ سے عبدالرحمان بن ابی حاتم نے بیان کیا ہے فَاحْذَرْهُمْ میں دو وجوہ ہیں۔ (۱) اس سے احتیاط کیجئے کہ تو ان کے قول پر اعتماد کرے اور ان کے کلام کی طرف مائل ہو۔ (۲) وہ جو آپ سلی ٹیم کے دشمنوں کی طرف مائل ہوتے ہیں اور آپ کے صحابہ کو چھوڑتے ہیں ان سے احتیاط کیجئے۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی؛ یہ حضرت ابن عباس اور ابو مالک کا قول ہے یہ ذم و توبیخ کا قول ہے۔ عرب کہتے ہیں: قاتله الله ما أشعره عرب اسے تعجب کی جگہ رکھتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ایسے آدمی کے محل میں رکھا جس کے ساتھ جابر دشمن جنگ کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر معاند پر غالب ہے؛ ابن عیسیٰ نے یہ حکایت بیان کی ہے۔

اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۝ کیسے وہ جھوٹ بولتے ہیں؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر ہے (2)۔ قتادہ نے کہا: وہ حق سے کیسے اعراض کرتے ہیں۔ حسن بصری نے کہا: وہ ہدایت سے پھرتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دلائل کے واضح ہونے کے باوجود ان کی عقلیں کیسے گمراہ ہوتی ہیں۔ یہ افک سے مشتق ہے جس کا معنی پھرنا ہے۔ انی یہ کیف کے معنی میں ہے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝

''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کا رسول تمہارے لیے مغفرت طلب کرے تو (انکار سے) اپنے سروں کو گھماتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (حاضری سے) رک رہے ہیں تکبر کرتے ہوئے''۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ جب قرآن ان کی صفت کے بارے میں نازل ہوا ان کے قبیلہ کے لوگ ان کے پاس گئے انہوں نے کہا: تم نفاق کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہو گئے۔ نفاق سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور یہ عرض کرو کہ وہ تمہاری بخشش فرمائے تو انہوں نے اپنے سروں کو جھٹک دیا یعنی انہوں نے استہزاء کے انداز میں اور انکار کرتے ہوئے اسے حرکت دی؛ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ ہر سبب میں عبداللہ بن ابی کا ایسا موقف تھا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی طاعت پر برانگیختہ کرتا۔ اسے کہا گیا: یہ چیز تجھے کیا نفع دے گی جبکہ رسول اللہ سلی ٹیم تجھ پر ناراض ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو آپ تیرے لیے بخشش طلب کریں گے۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا: میں آپ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ ان آیات کے نزول کا سبب یہ ہے کہ نبی کریم سلی ٹیم نے بنی مصطلق کے ایک چشمہ پر جنگ کی جسے مریسیع کہتے جو قدید سے ساحل کی جانب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزدور جسے جہجاہ کہتے، کا عبداللہ بن ابی

1۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 59 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 16

کے حلیف کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جسے سنان کہتے یہ جھگڑا ایک چشمہ پر ہوا جسے مثلل کہتے۔ ججاہ نے مہاجرین کو بلایا اور سنان نے انصار کو بلایا۔ ججاہ نے سنان کو تھپڑ مارا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم! ہماری اور ان کی مثال اس کی طرح ہے جس طرح پہلے نے کہا: اپنے کتے کو موٹا کر وتا کہ وہ تجھے کھا جائے۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹے تو عزت والا ذلیل کو نکال دے گا (عزت والے سے مراد اس نے اپنی ذات اور اذل سے مراد اس نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات لی) پھر اپنی قوم سے کہا: اپنے کھانے کو آپ سے روک لو جو آپ کے پاس ہیں ان پر کھانا خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ بکھر جائیں اور چھوڑ جائیں۔ حضرت زید بن ارقم نے کہا جبکہ وہ عبداللہ کے حمایتیوں میں سے تھا: اللہ کی قسم! تو ذلیل ہے، اپنی قوم میں پست درجہ پر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمان کی جانب سے عزت سے سرفراز ہیں اور مسلمانوں کی جانب سے محبت سے سرفراز ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس کے بعد تجھ سے کلام نہیں کروں گا۔ عبداللہ منافق نے کہا: خاموش رہ، میں تو ویسے ہی بات کر رہا تھا۔ حضرت زید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی تو عبداللہ بن ابی نے قسم اٹھا دی نہ اس نے یہ عمل کیا اور نہ ہی یہ بات کہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی معذرت قبول کر لی۔ حضرت زید نے کہا: مجھے بڑا دکھ ہوا اور لوگوں نے مجھے ملامت کی تو سورۂ منافقین حضرت زید کی تصدیق اور عبداللہ کی تکذیب میں نازل ہوئی۔ عبداللہ بن ابی سے کہا گیا: تیرے بارے میں شدید آیات نازل ہوئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا کہ اپنے بارے میں بخشش کا طالب ہو۔ تو اس نے اپنا سر ہلا دیا، تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے اسی معنی کی روایات نقل کی ہیں۔ سورت کے آغاز میں وہ گزر چکی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ کا معنی ہے نفاق سے توبہ کی دعا کریں گے کیونکہ توبہ کا معنی بھی استغفار ہے۔

وَ رَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝ وہ رسول اللہ سے اعراض کرتے ہیں اور تکبر سے اعراض کرتے ہیں۔ نافع نے تخفیف کے ساتھ لووا پڑھا ہے باقی قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابو عبید نے اسے ہی پسند کیا ہے۔ کہا: یہ جماعت کا فعل ہے۔ نحاس نے کہا: یہ درست نہیں کیونکہ یہ عبداللہ بن ابی کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب اسے کہا گیا: آ! تیرے لیے رسول اللہ مغفرت طلب کریں تو اس نے استہزاء کے طریقہ پر اپنا سر ہلا دیا۔ اگر یہ کہا جائے: جماعت کے فعل کے ساتھ اس کے بارے میں کیوں خبر دی گئی؟ اسے کہا جائے گا: عرب اسی طرح کرتے ہیں جب وہ کسی انسان کے بارے میں کنایۃً بات کرتے ہیں۔

سیبویہ نے حضرت حسان کا شعر پڑھا:

ظننتم بأن یَخفی الذی قد صنعتم ۔۔۔ وفینا رسولٌ عندہ الوَحیُ واضِعُہ

تو گمان کرتا ہے کہ جو تو نے کہا ہے وہ مخفی رہے گا جبکہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں ان کے پاس وحی آتی ہے۔

حضرت حسان بن ثابت نے ابن ابیرق سے خطاب کیا جس نے مکہ مکرمہ میں چوری کی اس کا واقعہ مشہور ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ اس کے بارے میں خبر دی ہو اور جس نے اس جیسا فعل کیا ہو اس کے بارے میں خبر دی ہو۔ ایک قول یہ

کیا گیا ہے: جب ابن ابی نے اپنے سر کو ہلایا تو اس نے کہا: تم نے مجھے حکم دیا کہ میں ایمان لاؤں تو میں ایمان لے آیا تم نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے مال کی زکوٰۃ دوں تو میں نے زکوٰۃ دے دی اور میرے لیے کوئی چیز باقی نہیں سوائے اس کے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ کروں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"یکساں ہے ان کے لیے کہ آپ طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں ان کے لیے، اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا انہیں، بے شک اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا"۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یعنی یہ سب برابر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا کچھ نفع نہیں دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا، اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (البقرۃ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝ (الشعراء) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے موجود تھا کہ وہ فاسق ہی مرے گا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰي يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

"یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں نہ خرچ کرو ان (درویشوں) پر جو اللہ کے رسول کے پاس ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بھوک سے تنگ آکر) تتر بتر ہو جائیں اور اللہ کے لیے ہی ہیں خزانے، آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین (اس حقیقت کو) سمجھتے ہی نہیں"۔

ہم نے سبب نزول کا ذکر کیا۔ ابن ابی نے کہا: جو لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس سے بکھر جائیں گے(1)۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کیا کہ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے ہیں جیسے وہ چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔ ایک آدمی نے حاتم اصم سے کہا: تو کہاں سے کھاتا ہے؟ جواب دیا: وَلِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ جنید بغدادی نے کہا: آسمانوں کے خزانے غیوب ہیں اور زمین کے خزانے دل ہیں وہی غیوب کو جاننے والا ہے اور دلوں کو پھیرنے والا ہے(2)۔ شعبی کہا کرتے تھے: وَلِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۱) جب زمین و آسمان کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہیں تو تم کہاں جاؤ گے؟ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۔ (۲) منافق یہ نہیں سمجھتے جب وہ کسی امر کا ارادہ کرے تو اسے آسان بنا دیتا ہے۔

يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

1۔ زاد المسیر، جلد 4، صفحہ 60　2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 18

وَ لِرَسُوۡلِهٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ لٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝

''منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو حالانکہ (ساری) عزت تو صرف اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے مگر منافقوں کو (اس بات کا) علم ہی نہیں''۔

جس طرح پہلے گزرا ہے یہ بات کرنے والا ابن ابی تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا: جب ابن ابی نے یہ کہا: لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ وہ مدینہ کی طرف لوٹا چند دن ہی رہا تو مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے مغفرت طلب کی، اس کو اپنی قمیص پہنائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ اس کی وضاحت سورۂ براءۃ میں مفصل گزر چکی ہے۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ ابن سلول منافق سے کہا: اللہ کی قسم! تو اس وقت تک مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک تو یہ نہ کہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں اور میں سب سے ذلیل ہوں۔ ابن ابی نے یہ بات کہی (1)۔ لوگوں کا وہم تھا کہ عزت اموال کی کثرت اور پیروکاروں کی کثرت سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس امر کو بیان کر دیا کہ عزت، شان و شوکت اور قوت اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝

''اے ایمان والو! تمہیں غافل نہ کریں تمہارے اموال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جنہوں نے ایسا کیا تو وہی لوگ گھاٹے میں ہوں گے''۔

مومنوں کو منافقین کے اخلاق سے خبردار کیا یعنی اپنے اموال میں ہی مگن نہ رہو جس طرح منافقوں نے کیا جب انہوں نے مال میں بخل کی وجہ سے کہا: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے ہیں ان پہ مال خرچ نہ کرو۔ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ذکر سے مراد حج اور زکوٰۃ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد قرآن کی قرأت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دائمی ذکر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: پانچ نمازیں ہیں؛ یہ ضحاک کا قول ہے حضرت حسن بصری نے کہا: مراد تمام فرائض ہیں گویا فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ منافقوں کو خطاب ہے یعنی تم زبان سے ایمان لاتے ہو تم دل سے بھی ایمان لاؤ۔

وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝ یعنی جو اپنے رب کی اطاعت کی بجائے مال اور اولاد میں مشغول ہوا وہ خسارے میں ہے۔

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ

1۔ جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ومن سورۃ المنافقین، حدیث نمبر 3237، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

"اور خرچ کرلو اس رزق سے جو ہم نے تم کو دیا اس سے پیشتر کہ آجائے تم میں سے کسی کے پاس موت تو (اس وقت) وہ یہ کہنے لگے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لیے کیوں مہلت نہ دی تاکہ میں صدقہ و خیرات کرلیتا اور نیکوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ مہلت نہیں دیا کرتا کسی شخص کو جب اس کی موت کا وقت آجائے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کیا کرتے ہو"۔

اس میں چار مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ یہ آیت جلدی زکوٰۃ دینے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اس کو موخر کرنا اصلاً جائز نہیں اسی طرح باقی عبادات جن کا وقت معین ہو۔

مسئلہ نمبر 2۔ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ یعنی اس نے دنیا کی طرف لوٹنے کا سوال کیا تاکہ عمل صالح کرے۔ امام ترمذی نے ضحاک بن مزاحم سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں۔ فرمایا: جس کے پاس اتنا مال تھا جس کے ساتھ وہ حج بیت اللہ کرسکتا تھا یا اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی تھی اس نے ایسے نہ کیا وہ موت کے وقت رجوع کا سوال کرتا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کی: اے ابن عباس! اللہ تعالیٰ سے ڈرو یہ لوٹنے کا سوال تو کفار نے کیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں تم پر قرآن کی تلاوت کرتا ہوں اور آیت نمبر 9 تا 11 کی تلاوت کی۔ پوچھا: زکوٰۃ کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا: جب مال دو سو درہم تک پہنچ جائے۔ پوچھا: حج کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: زاد راہ اور سواری (1)۔

میں کہتا ہوں: حلیمی ابو عبد اللہ حسین بن حسن نے کتاب "منہاج الدین" میں موضوع روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس مال ہو (2)۔" یہ حدیث سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ ابن عربی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کے عموم سے واجب کے انفاق کا استدلال کیا ہے نفل مراد نہیں لیا (3)۔ جہاں تک زکوٰۃ کے ساتھ اس کی تفسیر بیان کرنے کا تعلق ہے تو یہ عموم کے اعتبار سے اور دوسری تقدیر کے ساتھ صحیح ہے جہاں تک حج کے قول کا تعلق ہے تو اس میں اشکال ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں: حج کو موخر کرنا یہاں تک کہ حج کی ادائیگی سے قبل موت واقع ہو جائے تو اس کے معصیت ہونے میں علماء میں اختلاف ہے اسے آیت کا مصداق نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر ہم کہیں: حج فوری طور پر ادا کرنا ضروری ہے تو آیت کو عمومی معنی میں رکھنا صحیح ہے کیونکہ جس پر حج واجب ہو اور اس نے حج ادا نہ کیا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت پسند کرے گا کہ وہ لوٹے تاکہ عبادات میں سے جو اس نے ترک کیا ہے اس کو بجا لائے۔ جہاں تک زاد راہ اور راحلہ کے مقدر ماننے کا تعلق ہے تو اس میں علماء میں اختلاف مشہور و معروف ہے۔

1۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 165۔ ایضاً، حدیث نمبر 3238، ضیاء القرآن پبلی کیشنز
2۔ ایضاً
3۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1814-1813

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوٹنے کی خواہش اور وعید ان مسائل میں کوئی عمل دخل نہیں رکھتی جن میں اجتہاد کی گنجائش ہو اور نہ ان میں کوئی عمل دخل ہوتا ہے جن میں اختلاف ہو جن مسائل میں اتفاق ہوتا ہے ان میں اس کا عمل دخل ہوتا ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ واجب نفقہ کو شامل ہوتا ہے کہ اسے کیسے خرچ کیا جائے یہ اجماع سے ثابت ہو یا نص قرآنی سے ثابت ہو کیونکہ واجب نفقہ کے علاوہ میں وعید ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر 4۔ لَوْلَآ یہ ھلا کے معنی میں ہے تو یہ استفہام ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لا زائدہ ہے تو کلام تمنی کے معنی میں ہوگی۔ فَاَصَّدَّقَ یہ تمنی کے جواب کے طور پر منصوب ہے اور اس سے پہلے فاء آیا ہے۔ واکون اس کا عطف فاصدق پر ہے؛ یہ ابو عمرو، ابن محیصن اور مجاہد کی قرأت ہے۔ باقی قراء نے وَاَكُنْ کو مجزوم پڑھا ہے اس کا عطف فاء کے محل پر ہے کیونکہ فَاَصَّدَّقَ مجزوم ہوتا اگر یہاں فاء نہ ہوتی۔ اس کی مثل مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ (الاعراف: 186) ہے۔ یہ تعبیر اس صورت میں ہوتی جب يَذَرُهُمْ کو جزم دی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت اہل توحید کے لیے سب سے سخت ہے کیونکہ کوئی بھی ایسا فرد جس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں خیر ہو وہ دنیا کی طرف لوٹنے اور اس میں تاخیر کی آرزو نہیں کرتا۔

میں کہتا ہوں: شہید کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہ واپس دنیا میں آنے کی آرزو کرے گا یہاں تک کہ اسے پھر شہید کیا جائے۔ وجہ اس کی وہ ہوگی جو وہ کرامت دیکھے گا۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ تم جو بھلائی اور برائی میں سے جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ عام قرأت فاء کے ساتھ خطاب کے طریقہ پر ہے۔ ابو بکر نے عاصم سے اور سلمی نے یاء کے ساتھ قرأت کی ہے۔ اس صورت میں یہ اس کے بارے میں خبر ہے جو مر گیا ہے اور اس نے یہ قول کیا۔